اسلام میں جہاد کا مقام

محمد منشا کاشف فیصل آباد قسط نمبر۱

قال الله تعالیٰ- کتب علیکم القتال وھوکرہ لکم وعسیٰ ان تکرھوا شیاً وھو خیر لکم و عسٰے ان تحبوا شیئاً وھو شرلکم والله یعلم وانتم لا تعلمون- (سورۃ البقرہ آیت۲۱۶)

ترجمہ:- تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے گو وہ تمہیں ناپسندیدہ ہے ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا سمجھو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھا سمجھو اور حقیقت میں وہ تمہارے لئے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

کتب علیکم القتال (الی قولہ) وانتم لاتعلمون

جہاد کے حکم کی تعمیل میں جان کے جانے کے خوف کو، زخمی ہو جانے کے اندیشہ کو، گھر اہل و عیال چھوٹ جانے کی تکلیف کو خیال کر کے بعضے لوگ جہاد کے حکم کی تعمیل سے گھبراتے تھے ایسے لوگوں کی ہمت بڑھانے کو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اوائل اسلام میں جہاد فرض نہ تھا بلکہ مسلمانوں کو حکم تھا کہ کفار و مشرکین کی ایذا دہی پر صبر کریں جب نبی علیہ السلام مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور مسلمانوں کو قوت حاصل ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے دشمنان اسلام سے دین اسلام کے بچاؤ کیلئے آیت ہذا نازل فرما کر فرضیت جہاد کا حکم فرمایا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جہاد قیامت تک باقی رہے گا یعنی اس کی فرضیت ہمیشہ قائم رہے گی یہاں تک کہ میری امت دجال سے لڑے گی۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ جہاد ہر شخص پر فرض ہے خواہ لڑائی میں نکلے خواہ بیٹھا رہے بیٹھے رہنے والوں پر یہ فریضہ

ہے کہ جب ان سے مدد طلب کی جائےتو وہ امداد کریں جب انہیں میدان جنگ کی طرف بلایا جائے یہ نکل کھڑے ہوں۔ تفسیر ابن کثیر میں ایک صحیح حدیث نبوی ﷺ ہے کہ جو شخص مر جائے اور اس نے نہ تو جہاد کیا ہو نہ اپنے دل میں جہاد کی نیت کی ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں رہی ہاں جہاد اور نیت ہے اور جب تم سے جہاد کیلئے نکلنے کو کہا جائے تو نکل کھڑے ہو جایا کرو۔ (مشکوٰۃ باب الجہاد فصل اول کی آخری حدیث) یہ حکم آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا۔ لیکن یہ بات یاد رہنی چاہیئے کہ راہ حق کے جو مجاہد اس میدان میں اتر کر اپنی جانوں کی بازی لگاتے ہیں ان میں چند خصوصیتیں ہوتی ہیں جو ان کے علاوہ کہیں نہیں پائی جاتیں۔

مجاہدین کی صفات

اول یہ کہ ان کی جنگ کسی قوم یا نسل کی نفرت اور مخالفت کی بنیاد نہیں ہوتی اور نہ کسی مادی منفعت یا سیاسی فوقیت کے حصول کیلئے اور نہ ہار جیت یا لوٹ مار کی غرض سے وہ جنگ کرتے ہیں، بلکہ ان اغراض کیلئے جنگ و خونریزی کو تو وہ حرام اور گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔

ان کی جنگ کا مقصد اللہ کی ہدایت اور اس کے پیغمبروں کے لائے ہوئے صالح ترین نظام زندگی کو قائم کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اسی لئے وہ اس جنگ کو اعلیٰ درجہ کی عبادت سمجھ کر اس میں جان و مال کی بازی لگاتے ہیں اور مرنے کے بعد ابدی زندگی میں اپنے اس عمل پر بڑے اجر و ثواب کی امید رکھتے

ہیں اور اسی لئے جنگ کے دوران میں بھی وہ اللہ کی ہدایت اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں کی پوری پابندی کرتے ہیں اور ان کی فتوحات میں انکے اسلحہ اور آلات جنگ سے زیادہ دخل ان کے اس اخلاق و کردار، اور اس راستبازی اور دیانت داری کا ہوتا ہے جس کا تجربہ ان کے مخالف میدان جنگ میں بھی کرتے ہیں۔

اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کا خلاصہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

بعض لوگوں نے حضور سے دریافت کیا کہ حضرت! جہاد فی سبیل اللہ کا کیا مطلب ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص صرف مال غنیمت حاصل کرنے کیلئے یعنی بس لوٹ مار کی غرض سے جنگ کرتا ہے اور کوئی اس لئے لڑائی میں حصہ لیتا ہے کہ اس کی بہادری کا شہرہ ہو اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کسی دشمنی یا قومی عصبیت کی وجہ سے جنگ کرتے ہیں تو کیا ان میں سے کسی کی جنگ جہاد فی سبیل اللہ ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں ان میں سے کسی کی جنگ بھی جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ تو صرف اس شخص کی جنگ ہے جس کا مقصد بس خدا کا بول بالا کرنا اور اللہ کے فرمان کو اونچا کرنا ہو۔

افضل الجہاد

اوپر کے بیان سے آپ کو یہ معلوم ہوچکا ہے کہ جہاد دراصل نام ہے دین حق اور دین فطرت کیلئے جدوجہد اور قربانی کا اور وہ جنگ ہی کی صورت میں منحصر نہیں بلکہ اس کی دوسری بھی بہت سی شکلیں ہیں جیسے دعوت و تبلیغ اور اصلاح و تربیت کے ذریعے دین کی حفاظت و بقا اور اس کے فروغ کی کوشش۔ ان کے علاوہ جہاد کی ایک خاص شکل جس کو حدیث میں افضل الجہاد کہا گیا ہے یہ بھی ہے کہ ظلم

و جبر کی حکومت اور ظالم و جابر حکمرانوں کے ظلم و تشدد کے خطرہ کی حالت میں بھی آدمی حق پر قائم رہے اور حق بات ہی کہے رسول اللہ ﷺ کی مشہور حدیث ہے

افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر

ظالم اور غلط کار حکمران کے سامنے حق بات کہنا اعلیٰ درجہ کا جہاد ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے

ان من اعظم الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر۔ (ترمذی)

یعنی جابر ظالم حاکم کے روبرو سچی اور حق بات کا کہنا بڑا جہاد ہے۔

ظالم بادشاہ کی حمایت کرنے والے کے لئے حضور ﷺ نے فرمایا "خرج من الاسلام" وہ شخص اسلام سے خارج ہے ایسے لوگوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نمونہ جہاد

اس بارہ میں قرآن شریف نے اللہ کے چند وفادار بندوں کے عملی نمونے بھی ہمارے سامنے پیش کئے ہیں ان میں سے ایک خاص سبق آموز اور قابل ذکر واقعہ ان جادوگروں کا ہے جنہیں فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے بلایا تھا عین مقابلہ کے وقت جب موسیٰ علیہ السلام کے دین اور دعوت کی سچائی ان پر کھل گئی تو نہ انہوں نے اس کی پروا کی کہ فرعون نے جس انعام کا اور جن بڑے عہدوں کا وعدہ ہم سے کیا ہے ان سے ہم محروم کر دیئے جائیں گے اور نہ اس کی پرواہ کی کہ فرعون ہمیں کتنی سخت سزا دے گا، بہرحال انہوں نے ان سب خطروں سے بے پرواہ ہو کر بھرے مجمع میں پکار کے کہا "امنا برب ہارون و

موسیٰ" کہ ہارون اور موسیٰ جس پروردگار کی بندگی کی دعوت دیتے ہیں ہم تو اس پر ایمان لائے۔ پھر جب فرعون نے ان کو دھمکی دی کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوا کر سولی پر لٹکوا دوں گا تو انہوں نے پوری ایمانی جرأت کے ساتھ جواب دیا

فاقض ماانت قاض انما تقضی هذه الحیوة الدنیا۔ انا امنا بربنا لیغفرلنا خطایانا وما اکرهتنا علیه من السحر۔ والله خیر وابقی۔ (طہ آیت۷۳)

ترجمہ:۔ سو تو کر گزر جو تو نے کرنا ہے تو یہی کرے گا اس دنیا کی زندگی میں ہم ایمان لاتے ہیں اپنے رب پر تاکہ بخشے ہم کو ہمارے گناہ اور جو تو نے زبردستی کروا دیا ہم سے یہ جادو اور اللہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا۔

فرعون نے یہ سمجھا تھا کہ میری دھمکیوں سے ڈر کر ایمان چھوڑ دیں گے مگر ان خدا کے بندوں کا ایمان اس قدر مضبوط ہو چکا تھا اور وہ ایمان میں اس قدر کامل ہو گئے تھے کہ انہوں نے نہایت بے پرواہی سے جواب دیا کہ جو ہدایت خدا کی طرف سے ہم کو مل چکی ہے اس کو ہم ہرگز چھوڑنے والے نہیں اگر تو دنیا میں ہم کو تکلیف دے گا تو آخرت میں اللہ اس کا ہم کو اجر دے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ مومن پہلے ہی دارالفنا کے مقابلہ میں دارالقرار کو اختیار کر چکے تھے یہاں کے رنج و غم کی فکر نہیں تمنا صرف یہ تھی کہ ہمارا مالک حقیقی ہم سے راضی ہو جائے اور ہمارے عام گناہوں کو خصوصاً اس گناہ کو جو تیری حکومت کے خوف سے زبردستی کرنا پڑا (یعنی حق کا مقابلہ جادو سے) معاف فرما دے۔

اور دوسرا واقعہ اس سے بھی زیادہ سبق آموز خود فرعون کی بیوی کا ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ فرعون مصر کی بادشاہت کا گویا بلاشرکت غیرے مالک و مختار تھا اور اس کی یہ بیوی ملک مصر کی ملکہ ہونے کے ساتھ گویا خود فرعون کے دل کی بھی مالکہ تھی بس اسی سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اس کو دنیا کی کیسی عزت اور کتنا عیش حاصل ہوگا لیکن اس کے باوجود جب موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کی صداقت اس پر کھل گئی تو اس نے بالکل اس کی پرواہ نہ کی کہ فرعون مجھ پر کیسے کیسے ظلم کرے گا اور دنیا کے اس عیش و راحت کے بجائے مجھے کتنی مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلنی پڑیں گی، الغرض ان سب باتوں سے بالکل بے پرواہ ہو کر اس نے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا اور پھر حق کے راستہ میں اللہ کی اس بندی نے وہ لرزہ خیز تکلیفیں جھیلیں جن کے خیال سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کلیجہ منہ کو آتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو یہ درجہ ملا کہ قرآن شریف میں بڑی عزت کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا ہے اور مسلمانوں کیلئے اس کی قربانی کو نمونہ بتلایا گیا ہے۔ ارشاد ہے

وضرب الله مثلاً للذين آمنوا امراة۔ فرعون اذقالت رب ابن لی عندک بیتاً فی الجنة و تجنی من فرعون و عملہ و نجنی من القوم الظلمین۔ (پ۲۸ التحریم)

ترجمہ:۔ اور ایمان والوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے مثال بیان فرمائی ہے فرعون کی بیوی (آسیہ) کی جب اس نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار تو میرے واسطے جنت میں اپنے قریب کے مقام میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون کے شر سے اور اس کی بداعمالیوں سے نجات دے اور اس ظالم قوم سے مجھے رہائی بخش۔

سبحان اللہ کیا مرتبہ اور کیا شان ہے کہ ساری امت کیلئے یعنی صدیق اکبرؓ

سے لیکر قیامت تک پیدا ہونے والے سب مسلمانوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنی اس بندی کے طرز عمل کو بطور مثال اور نمونہ کے پیش کیا ہے یہ درجہ ان کی اسی قربانی کا طفیل ہے کہ وہ دنیا کی تمام مصیبتوں اور تمام خطروں سے بے پرواہ ہو کر ایمان پر قائم رہیں اور اپنی جان تک اس راہ میں قربان کر دی۔

بہرحال جہاد کی یہ بھی ایک صورت ہے اور بلاشبہ یہ جہاد کا بڑا اعلیٰ درجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ایسی ہمت و استقامت اور ثابت قدمی نصیب فرمائے اور اپنے ان سچے وفادار بندوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے جنہوں نے راہ خدا میں اور حق کیلئے جان دے کر شہادت اور قربانی کی یادگاریں قائم کیں۔ آمین

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را